129319-ساس بہواوراس کے خاندان سے براسلوک کرتی ہے

سوال

میری والدہ میری بیوی کو بغیر ناحق تنگ کرتی ہے حتی کہ بیوی کے خاندان والوں کو بھی براکہتی ہے، اور بیوی اوراس کے خاندان والوں پر ناحق غلط قسم کے الزامات لگاتی رہتی ہے، اس کے نتیجہ میری بیوی اپنی ساس سے قطع تعلق کرنے لگی ہے.

یہ علم میں رہے کہ میں والدہ کوملتا رہتا اور ٹیلی فون پر بھی ان کی خیریت دریافت کرتا رہتا ہوں، میری والدہ کو میری بیوی کی جانب سے قطع تعلقی کی توقع نہ تھی لیکن جب بیوی نے ایسا کیا تووالدہ اس کاالزام مجھ پر لگانے لگی کہ میں نے ہی بیوی کوایسا کرنے کی اجازت دی ہے، والدہ کہتی ہے کہ جب تک میری بیوی کے اس سے تعلقات صحیح نہیں ہوتے تو وہ مجھ سے قیامت تک راضی نہیں ہوگی، میں بیوی پر سختی نہیں کرنا چاہتا بلکہ اسے اختیار دیا ہے کہ وہ رابطہ رکھے یا نہ رکھے، اب تووالدہ مجھے ناحق بددعائیں دینے لگی ہیں.

میرا سوال یہ ہے کہ: کیا میری بیوی کا اپنی ساس سے قطع تلقی کرنے میں کوئی محرومیت ہے یا پھر ایسا کرنے کا حکم کیا ہے ؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ: کیا والدہ کو حق ہے کہ وہ مجھ پر راضی ہونے کے لیے اپنے ساتھ میری بیوی کے تعلقات بحال کرنے اورملنے کی شرط رکھے، حالانکہ میں نمازمیں والدہ کے لیے دعا مانگتا رہتا ہوں، اوروالدہ کی جانب سے صدقہ بھی کرتا ہوں ؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ: اگر میری بیوی قطع تعلقی پر مصر رہے تو کیا والدہ کی ناراضگی کا گناہ مجھ پر ہوگا یا نہیں ؟

برائے مہربانی معلومات فراہم کرکے عنداللہ ماجور ہوں.

پسندیدہ جواب

اول :

ہمارے عزیز بھائی اس طرح کی خاندانی
مشکلات کی بنا پر ازدواجی زندگی پراگندہ ہوکر رہ جاتی ہے، اور ذہن مشغول ہر کر رہ
جاتا ہے، لیکن عقلمندی اور حکمت کے ساتھ اس طرح کے مسائل کو حل کرنے اورعدل و
انصاف پر عمل کرتے ہوئے ہر ایک کو کا اس کا حق دینے سے یہ مشکلات ختم ہو سکتی ہیں،
اس لیے آپ والدہ کے عظیم حق کی ادائیگی پر صبر و تحمل سے کام لیں، اورانہیں راضی
کرنے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کی ماں یعنی اپنی بیوی سے بھی محبت و

مودت اور الفت قائم رکھیں، اس سے بہتر سلوک اور اچھا معاملہ کرنے کی بنا پر یہ مشکل
حل ہو سکتی ہے.

دوم :

اللہ تعالی ہماری اور آپ کی اصلاح
فرمائے ہر ایک لیے دوسرے کے حقوق کو معلوم کرنا اور جاننا ضروری ہے، اس لیے قابل
احترام ماں کو معلوم ہونا چاہیے کہ بہو کے بھی کچھ حقوق ہیں جو اللہ سبحانہ و تعالی
اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ نے مقرر فرمائے اور ان کی ادائیگی کی وصیت فرمائی ہے.

اسی طرح بہو کو بھی معلوم ہونا چاہیے
کہ ماں کے بھی اپنی اولاد پر کچھ حقوق ہیں جو اللہ سبحانہ و تعالی نے فرض کیے اور
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تاکید فرمائی ہے.

اس کے بعد دونوں کو معلوم ہونا چاہیے
کہ جب اللہ تعالی نے ہر ایک کے کچھ حقوق مقرر کیے ہیں، اور ظلم وزیادتی کرنے سے
منع فرمایا ہے، اور اللہ تعالی نے بندوں کے لیے جو حدود و قیود مقرر کی ہیں ان سے
تجاوز کرنا منع کیا ہے، اس لیے ہر ایک شخص کو چاہیے کہ حدود سے تجاوز مت کرے، اور
کسی دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کے لیے کسی ایک کے حقوق پر بھی ظلم وزیادتی مت کرے.

سوم :

آپ اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ کا بیان
کردہ عدل و انصاف والا معیار استعمال کریں کہ اس وقت تک کوئی شخص مومن ہی نہیں ہو
سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے،
حتی کہ جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی ناپسند نہ کرنے
لگے.

لہذا والدہ کو یہ سمجھائیں کہ: قابل
احترام ماں کیا ہم میں سے کوئی ایک بھی (چاہے وہ کوئی بھی ہو) کیا یہ پسند کرتا
ہے کہ غلط قسم کی باتیں کر کے اس کے جذبات مجروح کیے جائیں ؟

کیا ہم سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ
اس کے ساتھ غیر شائستہ اور غیر لائق قسم کے تصرفات اور کام کیے جائیں ؟

کیا کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے
خاندان وغیرہ کے ساتھ برا سلوک کیا جائے اور ان کے بارہ میں غلط باتیں کی جائیں ؟

اور بیوی سے بھی کہیں میری عزیز بیوی
کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ مجھ پر میری والدہ ہمیشہ کے لیے ناراض ہوجائے اور میرے
لیے دعا کرنے کی بجائے بد دعائیں کرنے لگے ؟

کیا آپ اپنے لیے ایسا عمل پسند کرتی
ہیں ؟ چاہے اسکا کوئی بھی سبب ہو؟

آپ اس طرح کی کوئی تدبیر کریں جس سے
آپ دونوں کے دل میں یہ ڈال سکیں کہ آپ کے لیے اس کا معاملہ زیادہ مہما ور اہمیت رکھتا
ہے ، اور دونوں کی ناراضگی آپ کے لیے بہت دکھ کا باعث ہے .

لیکن اس سلسلہ میں آپ غلط طریقہ اور
برا سلوک کرنے والے کے مخالف مت ہوں (خاص کر والدہ کے) اور واضح طور پر اسے مت
کہیں کہ تم ظلم وزیادتی کررہی ہو، اور نہ ہی اسے ایسا باور کرائیں جس کی بنا پر
حالات مزید خراب ہوجائیں اور تعلقات میں مزید بگاڑ پیدا ہو.

لیکن آپ پوری حکمت کے ساتھ اور بہتر
وعظ و نصیحت استعمال کرتے ہوئے اسے حل کرنے کی کوشش کریں.

آپ بیوی سے ایسی کلام کریں جو معافی
و درگزر کی غماضی کرتی ہو اور اس کے کان میں معاف و درگزر کا طریقہ ڈالیں کیونکہ
اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے :

.{ نیکی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی،
آپ برائی کو اچھائی کے ساتھ دور کریں تو وہی جو آپ کا دشمن تھا وہ دلی دوست میں بدل
جائیگا }. فصلت (34).

اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا :

"معافی و درگزر سے اللہ تعالی عزت
میں اوراضافہ فرماتا ہے"

صحیح مسلم حدیث نمبر(2588).

اور ایک دوسری حدیث میں رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کچھ اس طرح ہے :

"بندے پر جو بھی ظلم ہو اور وہ اس
پر صبر کرے تو اللہ تعالی اس کی عزت میں اوراضافہ کرتا ہے"

سنن ترمذی حدیث نمبر(2325) علامہ
البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے.

آپ اپنی بیوی کو بتائیں کہ معافی و
درگزر اللہ تعالی کو بہت محبوب ہے، اور آپ ایسے شخص کو معاف کریں گی جو مجھے سب سے
زیادہ عزیز اور محبوب ہے یعنی میری والدہ ہے اس سے آپ میرے نزدیک اور زیادہ عزت و
تکریم کی باعث بن جائینگی.

چہارم :

آپ کی بیوی کے لیے اپنی ساس سے
بائیکاٹ کرنا اور جھگڑنا جائز نہیں؛ کیونکہ کسی بھی مسلمان شخص کے لیے اپنے دوسرے
مسلمان بھائی سے تین دن سے زائد ناراض رہنا جائز و حلال نہیں ہے، سب کو اس کا علم
بھی ہے اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی یہی ہے.

اور ایک صحیح حدیث میں رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"جس نے بھی اپنے بھائی سے ایک برس
تک قطع تعلقی کی یہ اس کے خون کرنے کے مترادف ہے"

سنن ابوداود حدیث نمبر(4915)
علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے.

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
یہ بھی فرمان ہے کہ :

"کسی بھی مسلمان شخص کے لیے کسی
دوسرے مسلمان سے تین راتوں سے زیادہ قطع تعلقی کرنا حلال نہیں، جب تک وہ دونوں ایک
دوسرے سے ناراض ہیں تو وہ حق سے دور ہیں اور ان دونوں میں سے جو پہلے اپنی ناراضگی
چھوڑ دے تو یہ اس کی ناراضگی کا کفارہ بن جائیگا، اور اگر وہ سلام کرے اور دوسرا
قبول نہ کرے اور سلام کا جواب نہ دے تو فرشتے سلام کا جواب دیتے ہیں، اور دوسرے کو
شیطان جواب دیتا ہے، اور اگر وہ دونوں اپنی ناراضگی پر ہی فوت ہو جائیں تو کبھی بھی
جنت میں داخل نہیں ہونگی "

مسند احمد حدیث نمبر (15824) علامہ
البانی رحمہ اللہ نے السلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (1246) میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

لیکن اگر ساس اور بہو کو اکٹھا رکھنے
میں مستقل طور پر بیوی کے لیے اذیت کا باعث بنے اور بہو کے خاندان والوں کو طعن کرنے
کا باعث بنتا ہے تو پھر ماں کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اور اسی طرح آپ کا اس
معاملہ میں خاموشی اختیار کرنا بھی جائز نہیں، کیونکہ لوگوں کے حقوق کا احترام کرنا
چاہیے، اور پھر جو کوئی شخص بھی کسی دوسرے مسلمان کو ناحق اذیت دیتا ہے کا قیامت کے
روز اسے اس کا حساب دینا ہوگا.

وہ مفلس والی حدیث سب کو معلوم ہے جس
میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے کہ مفلس شخص وہ ہوگا جو روز
قیامت نماز روزے اور زکاۃ جیسے اعمال کے ساتھ آئیگا لیکن اس نے کسی شخص کا ناحق مال
کھایا اور کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا، اور کسی کو زدکوب کیا ہوگا تو مظلوم شخص کی
اس کی نیکیاں دی جائینگی، اور نیکیاں ختم ہو جانے کی صورت میں مظلومین کے گناہ ظالم
شخص پر ڈال دیے جائیں گے، اور اس طرح وہ جہنم میں ڈال دیا جائیگا.

چنانچہ والدہ کو اس عظیم خطرہ سے
متنبہ رہنا چاہیے، اور ایسی ماں کو نرم اور لطیف الفاظ اور لہجہ میں وعظ و نصیحت کے
ساتھ ساتھ اللہ سبحانہ وتعالی کا خوف بھی دلایا جائے.

اس بنا پر اگر ساس اپنی بہو کے ساتھ
یہی سلوک کرنے پر مصر ہو تو پھر ساس کو ایسا کرنے سے روکنے کے لیے بہو کو ساس کے گھر جانے اور اس سے ملنے سے روک دینا چاہیے اور اس صورت میں بہو کے لیے اپنی ساس سے میل ملاپ نہ کرنے اور اس کے پاس نہ جانا جائز ہوگا، کیونکہ دراصل بہو کے لیے ایسا کرنا واجب ہی نہیں، بلکہ واجب تو یہ ہے کہ بغیر کسی شرعی سبب کے بائیکاٹ اور قطع تعلقی کرنے سے اجتناب کیا جائے.

اگر بالفرض ہم یہ کہیں کہ بیوی اس سے
درگزر کرتے ہوئے معاف کر دیتی ہے، اور اپنے حق سے دستبردار ہو جاتی ہے تو پھر اس کے خاندان کے حق کیا کیا ہوگا؟

اس کے خاندان والوں کا کیا قصور اور
گناہ ہے کہ ان کی توہین واہانت کی جائے اور ان کی غیر موجودگی میں انہیں برے الفاظ میں یاد کیا جائے حالانکہ انہوں نے کسی جرم کا ارتکاب تک نہیں کیا؟

لیکن اگر بالفرض ساس اور بہو دونوں
کسی ایک جگہ اکٹھی ہو جائیں تو بہو کو اپنی ساس کو سلام کرنی چاہیے اور حال احوال دریافت کرنے چاہیں کیونکہ سلام میں پہل کرنے والا شخص بہتر اور افضل ہے، اور جب ساس اپنی بہو سے بات کرے یا سلام کرے تو بہو کو جواب دینا چاہیے.

اس صورت میں آپ کے لیے کوئی نقصاندہ
نہیں کہ آپ والدہ کو بد دعا کی دھمکی دیں، اور آپ اسے ناراضگی کی دھمکی دے سکتے ہیں، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے اوپر ظلم حرام کیا ہے، اور اسی طرح لوگوں کا بھی ایک دوسرے پر ظلم کرنا حرام قرار دیا ہے، اور والدہ کو یہ بتا دیں کہ اللہ سبحانہ وتعالی ظالموں سے محبت نہیں کرتا، اور اللہ تعالی کو ظالم لوگ پسند نہیں.

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

{اے ایمان والو تم حق پر قائم رہو، اور اللہ کے لیے راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی ناانصافی پر مت ابھارے، بلکہ عدل وانصاف کرو یہی تقوی کے زیادہ قریب ہے} المآئدۃ (8).

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ : تم اپنے
افعال اور اقوال میں عدل و انصاف سے کام لو، اور ہر قریبی اور دور والے کے ساتھ عدل
و انصاف کرو، چاہے وہ دوست ہو یا دشمن اس سے انصاف ضرور کرو.

کسی قوم سے دشمنی اور بغض تمہیں ظلم
و زیادتی پر مت ابھارے کہ تم اس سے انصاف نہ کرو، بلکہ جیسے تم اپنے دوست کے حق میں
گواہی دیتے ہو، اسی طرح اس کے خلاف بھی گواہی دینے سے گریز مت کرو، بلکہ جس طرح تم
اپنے دشمن کے خلاف گواہی دیتے ہو اس دوست کے خلاف بھی گواہی دو، چاہے وہ کافر ہو یا
بدعتی کیونکہ عدل و انصاف کرنا واجب ہے.

دیکھیں : تفسیر السعدی (224).

اور یہ بھی ہے کہ جس طرح کسی قوم کی
دشمنی تمہیں عدل و انصاف ترک کرنے پر نہیں ابھارتی اسی طرح کسی دوسرے کی محبت بھی
تمہیں اسے ترک کرنے پر مت ابھارے بلکہ تمہیں ہر حالت میں عدل و انصاف کرنا چاہیے.

اگر آپ اپنی استطاعت کے مطابق اصلاح
کرنے کی کوشش کرنے کے باوجود ان کی اصلاح سے عاجز ہوں تو پھر آپ پر کوئی گناہ نہیں،
چاہے والدہ آپ کو بد دعا کرنے کی بھی دھمکی دیتی رہے، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالی گناہ
یا قطع رحمی کے ساتھ دعا قبول نہیں فرماتا.

لیکن پھر بھی والدہ کے ساتھ حسن سلوک
مکمل کرنا ہوگا اور والدہ کی جانب سے دو ناپسندیدہ امور صادر ہوں اس پر صبر و تحمل
سے کام لیں.

اللہ سبحانہ و تعالی ہی سیدھی راہ کی
راہنمائی کرنے والا ہے.

مزید آپ سوال نمبر (
82453) کے جواب کا مطالعہ کریں.

تنبیہ :

سائل کا یہ کہنا کہ :

"میں نماز میں ابھی تک والدہ کے لیے دعا مانگتا ہوں اور اس کی جانب سے صدقہ وخیرات کرتا ہوں"

دعا کرنا تو ایک اچھا اور بہتر کام ہے، جو والدہ کے ساتھ حسن سلوک میں شامل ہوتا ہے، لیکن والدہ کی زندگی میں اس کی جانب سے صدقہ وخیرات کرنا سلف صالحین سے ثابت نہیں، بلکہ معروف تو یہی ہے کہ میت کی جانب سے ہی صدقہ وخیرات کیا جاتا ہے جیسا کہ درج ذیل بخاری اور مسلم شریف کی حدیث سے ثابت ہے :

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا : میرے والدہ اچانک فوت ہوگئی ہے میرے خیال میں اگر وہ بات کرتی تو صدقہ ضرور کرتی، کیا میں اس کی جانب سے صدقہ کروں ؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جی ہاں تم اس کی جانب سے صدقہ کرو"

صحیح بخاری حدیث نمبر (2760) صحیح مسلم حدیث نمبر (1004).

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"اس حدیث میں بیان ہوا ہے کہ میت کی جانب سے کیا گیا صدقہ میت کو فائدہ دے گا اور اسے اس کا ثواب ہوگا، اور یہ علماء کرام کا اجماع بھی ہے" انتہی

اس لیے والدہ کی خدمت کرنا، اور اس کی غیر موجودگی میں والدہ کے لیے دعا کرنا اور مالی اور دوسری معاونت کر کے صلہ رحمی کرنا مشروع ہے لیکن زندگی میں والدہ کی جانب سے صدقہ کرنا مشروع نہیں، کیونکہ ہمارے علم کے مطابق تو اس کی کوئی دلیل نہیں ملتی.

واللہ اعلم.